رسائل و مسائل

جماعت اسلامی اور اہل سنت

مولانا مفتی رشید احمد نے اپنی کتاب' احسن الفتاوی' ج ا' ص ۳۲۹ میں لکھا ہے کہ جماعت اسلامی' اہل سنت سے خارج ہے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعاون اور رشتے کرنا جائز نہیں ہے' اگرچہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد نے "مودودی صاحب اور تخریب اسلام" کے نام سے مستقل رسالہ لکھا ہے جو احسن الفتاوی میں شامل ہے (ج ا' ص ۲۹۷-۳۳۰)۔ اس رسالے میں بہت سی دل دکھانے والی اور دلوں پر زخم لگانے والی باتیں موجود ہیں لیکن فصبر جمیل۔

مولانا مودودیؒ میرے نزدیک اہل سنت والجماعت کے اصول پر قائم ایک عالم ربانی تھے۔ میں نے ان کی تحریروں اور تقریروں میں اہل سنت کے مسلمہ اصول کے منافی کوئی بات نہ پڑھی ہے اور نہ سنی ہے' البتہ ان کی بعض تحریروں میں "سوء' تعبیر" اور "موہم وغیر محتاط" عبارتیں موجود ہیں۔ ایسی عبارتیں لکھنا مناسب نہیں تھا لیکن ذلت قلم اور ذلت لسان کی وجہ سے "سوء تعبیر" اور "کلام موہم" سے بڑے بڑے علما کی تحریریں اور تقریریں بھی خالی نہیں ہیں جن کو سوء اعتقاد اور تخریب اسلام کہنا' بہت بڑی بے انصافی اور بے احتیاطی ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ایک عام مسلمان پر بھی تخریب اسلام کا الزام لگانا' اہل سنت کے اصول کے منافی ہے الا یہ کہ وہ تخریبی عقائد کا التزام کرتا ہو اور ان کا کھلم کھلا اعتراف و اظہار کرتا ہو۔ "لزوم اور التزام" یا "سوء تعبیر اور سوء اعتقاد" کے فرق سے مفتی رشید احمد جیسے عالم ناواقف نہیں ہیں بلکہ اس فرق کو اپنے شاگردوں اور مریدوں کے ذہنوں میں خود ہی اتارتے رہتے ہیں۔ لیکن بری چیز ہے تحزب اور رقابت' جو بڑے بڑے اکابر کو بھی بعض اوقات اعتدال و توازن کے راستے سے ہٹا دیتی ہے' وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ (یوسف ۱۲:۵۳)' "اور یہ کہ جو خیانت کرتے ہیں' ان کی چالوں کو اللہ کامیابی کی راہ پر نہیں لگاتا"۔ اس اصولی بات کے بعد اب میں آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

مفتی رشید احمد صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ: "جماعت اسلامی اہل سنت سے خارج ہے اور اپنے

مخصوص عقائد کی وجہ سے عام مسلمانوں سے الگ ایک مستقل فرقہ ہے" تو یہ حقائق کے خلاف لکھا ہے۔ جماعت اسلامی کے کوئی مخصوص عقائد نہیں ہیں بلکہ اس کے وہی عقائد ہیں جو قرآن و سنت اور اجماع صحابہ سے ثابت ہیں۔ یہ عام مسلمانوں سے الگ کوئی فرقہ نہیں ہے بلکہ دعوت دین اور اقامت دین کے لیے جدوجہد کرنے والی ایک تنظیم ہے۔ جس میں ہر وہ شخص شامل ہو سکتا ہے جو اسلام پر یقین رکھتا ہو، اس پر عمل کرتا ہو اور اس کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرتا ہو۔ جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس منعقدہ ۲۶ اگست ۱۹۴۱ میں مولانا مودودیؒ نے فرمایا تھا:

> نبی کی قیادت میں جو جماعت بنتی ہے، وہ تمام دنیا میں ایک ہی اسلامی جماعت ہوتی ہے اور اس کے دائرے سے باہر صرف کفر ہی ہوتا ہے۔ مگر بعد میں، اس نظام اور کام کو تازہ کرنے کے لیے جو لوگ اٹھیں، ضروری نہیں کہ ان سب کی بھی ایک ہی جماعت ہو۔ ایسی جماعتیں، بیک وقت بہت سی ہو سکتی ہیں اور ان میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ بس ہم ہی اسلامی جماعت ہیں اور ہمارا امیر ہی، امیرالمومنین ہے۔ اس معاملے میں تمام ان لوگوں کو جو جماعت میں شامل ہوں، "غلو" سے سخت پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ بہرحال ہم کو مسلمانوں میں ایک فرقہ نہیں بننا ہے (روداد جماعت اسلامی، حصہ اول، ص ۱۴-۱۵)۔

فرقہ اور فرقہ واریت کی خصوصیت اور امتیازی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس میں مخصوص فقہی اور اجتہادی امور کو دعوت کا محور اور مرکزی نکتہ بنایا جاتا ہے اور مخصوص فرقے کی بالادستی کے لیے کام کیا جاتا ہے۔ باہمی تضلیل و تفسیق اور تحقیر و تذلیل، فرقہ واریت کا لائحہ عمل ہوتا ہے اور مساجد وائمہ مساجد کا الگ الگ ہونا، فرقہ بندی کا امتیازی نشان ہوتا ہے۔ جماعت اسلامی کی دعوت، جو جماعت کی رودادوں اور اس کے دستور کے ٹائٹل کے آخری صفحے پر شائع کی گئی ہے، وہ یہ ہے:

> (۱) اپنی پوری زندگی میں اللہ کی بندگی اور انبیا علیہم السلام کی پیروی اختیار کرو۔
>
> (۲) دو رنگی اور منافقت چھوڑ دو اور اللہ کی بندگی کے ساتھ دوسری بندگیاں جمع نہ کرو۔
>
> (۳) خدا سے پھرے ہوئے لوگوں کو دنیا کی رہنمائی اور فرمانروائی کے منصب سے ہٹا دو اور زمام کار مومنین، صالحین کے ہاتھ میں دو تاکہ زندگی کی گاڑی ٹھیک ٹھیک اللہ کی بندگی کے راستے پر چل سکے۔
>
> جو اس دعوت کو حق سمجھے، وہ اس میں ہمارا ساتھ دے اور جو روڑے اٹکائے، وہ خدا کے ہاں اپنا جواب سوچ لے۔

مولانا مودودیؒ نے اپنی دعوت کے مذکورہ تین نکات کی تشریح، دعوت اسلامی اور اس کے مطالبات کے

صفحات ۱۲ تا ۵۰ پر کی ہے۔ اسے توجہ کے ساتھ پڑھیے اور پھر بتایئے کہ اس سہ نکاتی دعوت میں اہل سنت کے اصول کے خلاف کون سی بات ہے اور اس میں فرقہ واریت کی کون سی علامت دکھائی دیتی ہے؟ یہ تو اللہ کی عبادت کرنے، دو رنگی اور منافقت چھوڑنے اور مسلمانوں کی قیادت و فرمانروائی مومنین و صالحین کے ہاتھ میں دینے کی ایک دعوت ہے۔ باقی رہے مولانا مودودیؒ کے علمی اقوال اور فقہی و کلامی مسائل میں ان کے نقطہ ہائے نظر، تو اس بارے میں جماعت کے تاسیسی اجتماع کے اختتامی خطاب میں مولانا مرحوم نے ہدایت کی تھی:

> ارکان جماعت کو میں خدا کا واسطہ دے کر ہدایت کرتا ہوں کہ کوئی شخص فقہی اور کلامی مسائل میں میرے اقوال کو دوسروں کے سامنے حجت کے طور پر پیش نہ کرے۔ اسی طرح میرے ذاتی عمل کو بھی جسے میں نے اپنی تحقیق کی بنا پر جائز سمجھ کر اختیار کیا ہے، نہ تو دوسرے لوگ حجت بنائیں اور نہ بلا تحقیق محض میرا عمل ہونے کی حیثیت سے اس کا اتباع کریں۔ ان معاملات میں ہر شخص کے لیے آزادی ہے۔ جو لوگ علم رکھتے ہوں، وہ اپنی تحقیق پر اور جو علم نہ رکھتے ہوں، وہ جس کے علم پر اعتماد رکھتے ہوں، اس کی تحقیق پر عمل کریں۔ (روداد جماعت اسلامی، حصہ اول، ص ۳۴-۳۵)۔

ہر شخص مولانا کی تحریروں کو پڑھ کر یا جماعت کے زعما کی تقریروں کو سن کر اور جماعتی سرگرمیوں کو دیکھ کر یہ یقین کرنے پر، اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے کہ جماعت اسلامی فرقہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی ایک تنظیم ہے جس میں ہر مسلمان شامل ہو سکتا ہے، خواہ وہ حنفی ہو یا غیر حنفی۔

فرقہ واریت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس فرقے کے بانی اور اس کے عمائدین سے اختلاف نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی ہر بات کی توجیہ کی جاتی ہے، خواہ وہ توجیہ صحیح ہو یا غلط۔ لیکن جماعت اسلامی کے اہل علم مولانا مودودی سے علمی اور فقہی مسائل میں اختلاف بھی کرتے ہیں اور ان کی کتابوں سے استفادہ بھی کرتے ہیں۔ خود میں اپنی مثال پیش کرتا ہوں کہ مجھے مولانا مودودیؒ کی "تنظیمی اور تحریکی فکر" کے مطابق کام کرنے والی جماعت اسلامی سے تو اتفاق ہے لیکن متعدد مسائل اور متعدد آیات کی تفسیر و تاویل میں، مولانا سے اختلاف ہے جس کا میں نے اپنی کتابوں میں بھی ذکر کیا ہے اور اپنے شاگردوں کے سامنے بھی اس کا اظہار کرتا رہتا ہوں۔ اگر جماعت اسلامی ایک "فرقہ" ہوتی تو میں ایسا طرز فکر کبھی اختیار نہ کر سکتا۔

باقی رہی مفتی صاحب کی یہ بات کہ "جماعت اسلامی کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرنا جائز نہیں ہے" تو میں حیران ہوں کہ اتنی سطحی اور غیر علمی بات، اتنے بڑے عالم کے قلم سے کیسے نکل گئی؟ جماعت اسلامی کی جس سہ نکاتی دعوت کا ذکر پہلے ہوا ہے، اس میں کون سی بات "اثم" اور "عدوان" کی ہے جس میں تعاون کرنا جائز نہیں ہے؟ یہ تو دعوت دین اور اقامت دین کی دعوت ہے جس میں جماعت اسلامی تعاون دیتی بھی ہے اور لیتی بھی ہے۔ آخر اس کار خیر میں باہمی تعاون کے عدم جواز کا فتویٰ کس دلیل پر مبنی ہے؟ البتہ اگر دین کی

دعوت اور اقامت دین کی جدوجہد غیر شرعی اور غیر اخلاقی طریقے پر کی جائے تو اس میں تعاون کرنا یا مداہنت سے کام لینا جائز نہیں ہے، خواہ یہ غیر شرعی طریقے جماعت اسلامی اختیار کرے یا جمعیت علما اسلام اختیار کرے۔ لیکن اگر دین کا کام دین کے طریقے کے مطابق کیا جائے تو اس میں ہر ایک کے ساتھ تعاون کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ "بر و تقویٰ" میں تعاون کرنا اور "اثم و عدوان" میں تعاون نہ کرنا، وہ قرآنی اصول ہے جس کا درس خود مفتی رشید احمد صاحب دیتے رہتے ہیں۔ اگر انگریزوں سے آزادی کی جدوجہد میں مہاتما گاندھی کی قیادت میں کام کرنے والی آل انڈیا کانگرس سے تعاون کرنا، جائز تھا اور "اختیار اھون البلیتین" کا تقاضا سمجھا جا رہا تھا، تو آخر اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد میں جماعت اسلامی کے ساتھ تعاون کرنا کس دلیل اور کس فلسفے کی بنیاد پر ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر جمہوریت کے لیے بے نظیر کی قیادت میں کام کرنے والی پیپلز پارٹی اور اس کی حکومت سے تعاون کرنا، تقاضائے مصلحت تھا تو شریعت کے لیے جماعت اسلامی کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرنا کون سی فقاہت کی بنیاد پر ناجائز ہے؟

مفتی صاحب نے یہ فتویٰ بھی دیا ہے کہ: "جماعت اسلامی والوں کے ساتھ رشتے کرنا بھی جائز نہیں ہے اگرچہ نکاح صحیح ہو جائے گا"۔ میرے نزدیک مسلمانوں کی کسی تنظیم یا گروہ کے بارے میں علی الاطلاق نکاح کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دینا دراصل گالی دینا ہے، جس پر میں سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہنے کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ شریعت کا یہ مسئلہ بیان کر دیتا ہوں کہ ہر صحیح العقیدہ مسلمان کے ساتھ نکاح جائز ہے لیکن فسق و فجور اور فحاشی و بداخلاقی میں مبتلا مسلمان کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ ہے بلکہ گناہ ہے، اگرچہ نکاح صحیح ہو جائے گا خواہ وہ مسلمان جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہو یا جمعیت علما اسلام سے، مسلم لیگ سے تعلق رکھتا ہو یا پیپلز پارٹی سے یا کسی بھی پارٹی سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ مفتی کو فتویٰ دیتے وقت اور قاضی کو فیصلہ دیتے وقت گروہی اور جماعتی تعصبات سے اپنے ذہن کو پاک و صاف رکھنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ انسان بے اعتدالی اور بے احتیاطی کر کے اپنی آخرت کا نقصان کرتا ہے۔ ہر قاضی، مفتی اور امیر کو قرآن کریم کی ان آیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء ۴:۵۸)، "اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو" اور وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ ۵:۸)، "کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے"۔

مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے، احسن الفتاوی کے صفحہ ۳۱۵ پر لکھا ہے کہ مولانا مودودی کی کتاب، خطبات کے صفحہ نمبر ۱۲۸ پر لکھا ہے: "حنفی، سنی، دیوبندی، اہلحدیث، بریلوی، شیعہ وغیرہ جہالت کی پیداوار

ہیں"۔ مگر خطبات کے اس صفحے پر یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اس پر جمعیت علما اسلام والے کہتے ہیں کہ مولانا مودودیؒ کی کتابوں سے، اس قسم کی باتیں نکال لی گئی ہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟

اگر مولانا مودودیؒ کی تحریروں میں اس قسم کی باتیں تھیں، جو نکال دی گئی ہیں تو پھر جمعیت علما اسلام والے اعتراض کیوں کرتے ہیں۔ غلطیوں کی اصلاح کرنا تو قابل تعریف ہے نہ کہ قابل اعتراض۔ جن الفاظ کا آپ نے حوالہ دیا ہے، یہ خطبات طبع اپریل ۱۹۹۵ کے صفحہ ۱۲۳ پر اس طرح لکھے ہوئے موجود ہیں:

> خدا کی شریعت میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جس کی بنا پر اہل حدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں، یہ امتیں جہالت کی پیداوار ہیں۔ اللہ نے صرف ایک امت، امت مسلمہ بنائی تھی۔

افسوس ہے کہ حضرت مفتی رشید احمد نے آگے پیچھے کی عبارت کاٹ کر، عبارت اس طرح نقل کی ہے کہ: "حنفی، سنی، دیوبندی، اہل حدیث، بریلوی، شیعہ وغیرہ جہالت کی پیداوار ہیں"۔ حالانکہ مولانا مودودیؒ نے ان مکاتب فکر اور مراکز علم کو الگ الگ امتوں کی حیثیت دینے کو جہالت کی پیداوار کہا ہے ورنہ علمی مراکز اور معلم اور امام کی طرف نسبت تو نہ جہالت ہے اور نہ گناہ۔ دراصل مولانا نے اپنے اس خطبہ جمعہ میں فرقہ بندی کے نقصانات اور فرقہ وارانہ محاذ آرائیوں کی خرابیوں کو موضوع بنایا تھا اور ان نقصانات کے بیان کے بعد آخر میں فرمایا تھا کہ خدا کی شریعت اور امت ایک ہے، اس لیے فرقوں کو الگ الگ امتوں کی حیثیت دینا، جہالت اور نادانی کی پیداوار ہے۔ مولانا نے ان مکاتب فکر کی آرا اور علمی مباحث کو جہالت نہیں کہا، اس لیے کہ یہ تو امت مسلمہ کی وحدت اور یک جہتی کے منافی نہیں ہیں بلکہ اس فرقہ بندی، گروہ بندی اور جتھہ بندی کو جہالت کہا ہے جس کے نتیجے میں باہمی محاذ آرائیوں بلکہ خون ریزیوں کو ہم آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جس چیز نے امت واحدہ کو الگ ٹکڑوں میں تقسیم کر کے اس کا شیرازہ بکھیر دیا ہو، وہ اگر جہالت کی پیداوار نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اس صورت حال کا جہالت و سفاہت ہونا تو روز روشن کی طرح عیاں ہے، محتاج بیان نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے مولانا کی عبارت پر اپنی طرف سے عنوان قائم کیا ہے کہ: "جماعت اسلامی کے سوا باقی سب طریقے غلط ہیں" حالانکہ اس عبارت پر عنوان اس طرح قائم ہونا چاہیے تھا کہ "امت مسلمہ کو الگ الگ امتیں بنانا جہالت کی پیداوار ہے"۔ میں قارئین کو دعوت دیتا ہوں کہ مولانا کی عبارت پڑھ کر خود فیصلہ کریں کہ میرا تجویز کردہ عنوان صحیح ہے یا مفتی صاحب کا قائم کردہ عنوان صحیح ہے۔ (مولانا گوہر رحمٰن)

نظم کی ذمہ داری سنبھالنے پر

محترم خرم مراد نے یہ خط ایک خاتون کو نظم کی ذمہ داری سنبھالنے پر لکھا۔ اس میں خواتین ہی کے لیے نہیں، سب ناظمین اور امرا کے لیے گراں قدر موثر اور مفید جذبات ہیں۔ خود ان کے بقول: "یہ میرے تقریباً نصف صدی کے تجربے کا نتیجہ ہے"۔

عزیز بیٹی السلام علیکم و رحمتہ اللہ!

یہ تمھاری خوش قسمتی ہے کہ اللہ نے تم کو ایک بڑی ذمہ داری سپرد کی ہے۔ بڑی ذمہ داری اگرچہ کمر توڑتی ہے (انقض ظھرک) اور جسم لرزتا ہے اور دل کانپتا ہے لیکن بلندی درجات کا زینہ بھی ہوتی ہے۔ دل کو احساس ذمہ داری سے گراں بار اور لرزاں ضرور ہونا چاہیے لیکن شکر سے لبریز اور حوصلے اور ہمت سے معمور بھی۔ جس نے ذمہ داری کا بوجھ ڈالا ہے، وہی اٹھوائے گا' ہمارے کرنے سے کیا ہوتا ہے' یہ ہر وقت یاد رہنا چاہیے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ جو کچھ زیادہ سے زیادہ کر سکیں' وہ کرنا ہے۔

ذمہ داری کا صحیح ادراک ضروری ہے۔ یہ محض نظم چلانے' اجتماعات کرنے اور دروس کرنے کی ذمہ داری نہیں بلکہ [آبادی میں] جتنی عورتیں ہیں' ان تک پیغام رسالت محمدیؐ پہنچانے اور ان میں جو کچھ دین محمدیؐ کے لیے جتنا بھی کر سکے' اس سے وہ کرا لینے کی ذمہ داری ہے۔ وسعت کا یہ پہلو کبھی نگاہ سے اوجھل نہ ہونے دینا۔

اصل کام تقریر اور اجتماع نہیں' انسانوں کو بدلنا' ان سے کام لینا اور ان کو ساتھ چلانا ہے۔ انسان تمھارا موضوع ہیں اچھے بھی' برے بھی' پڑھے لکھے بھی' جاہل بھی' نیک بھی' گنہگار بھی' سالم بھی اور ٹوٹے ہوئے بھی یعنی صحت مند اور معذور۔ اس کے لیے سب سے بڑھ کر "بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت" ضروری ہے (جو یہ نہ کرے ہم میں سے نہیں)۔ حضورؐ نے یہ کام کس طرح انجام دیا' اس لحاظ سے سیرت پڑھو' حدیث پڑھو' سیرت پر سب سے اچھی کتاب' قرآن پڑھو اور اس کو جذب کرو۔ آپؐ رحمت للعالمین تھے' لنت لھم تھے' عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ (التوبہ ۹:۱۲۸)' [" تمھارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے' تمھاری فلاح کا وہ حریص ہے"] تھے۔ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ تھے' وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ (الحجر ۱۵:۸۸)' ["انھیں چھوڑ کر ایمان لانے والوں کی طرف جھکو"] کی تصویر تھے۔ ان سب کی تفسیر صرف کتب تفسیر میں نہ دیکھو' سیرت کے واقعات میں دیکھو۔ جو لمحات زندگی' صحبت نبویؐ میں گزر جائیں اور ہم ان سے اللہ کی بندگی اور اللہ کے بندوں سے تعلق سیکھ جائیں' ان سے زیادہ بیش بہا خزانہ اور کوئی نہیں۔

انسانوں کی استعداد ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ کسی پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو وہ اٹھا نہ سکے۔ یسروا ولا تعسروا' بشروا

ولا تنفروا، ایک مشعل کی طرح سامنے رہے۔

مولانا مودودیؒ نے کہا تھا کہ "سوٹوں میں جو دل چھپے ہیں، وہ عباؤں میں نہیں"۔ اکثر بے حجاب عورتیں، جن کو ہم مغرب زدہ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں، یا جب تک ان کے چہرے کی ہر لکیر ملفوف نہ ہو جائے، اپنا سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے، ان کے دل میں بھی اللہ اور رسولؐ کی محبت ہوتی ہے۔ شروع میں ذرا وسعت قلب، محبت، اغماض اور ان کی کوتاہیوں کی طرف سے "غض بصر" ان کو ضائع ہونے سے بچا سکتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کے لیے ان کی قوتیں لگانے میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ یقیناً اس پہلو سے جو خوش گوار کام ہو رہا ہے، اس میں تمھارا دخل ہو گا، لیکن اس پہلو سے مستقل سوچتے رہنے اور کام کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

یہ بھی سامنے رکھنا کہ حضورؐ نے کبھی کسی کو رو در رو نہیں ٹوکا، مجمع عام میں نہیں ٹوکا، کسی کا نام لے کر احتساب نہیں کیا۔ لوگ خود آکر خامیوں کا اعتراف کرتے تو آپؐ کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ نہ کریں، معافی کی سبیل نکل آئے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ کی تفسیر بھی حضورؐ کی زندگی میں جلوہ انگیز نظر آتی ہے۔

تم جو کچھ لوگوں سے کرانا چاہتی ہو، اس طرح کراؤ کہ لوگ سمجھیں یہ ہمارا فیصلہ ہے، ہماری سوچ ہے۔ یہ بہتر ہے، اس کے مقابلے میں کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بات ہم پر مسلط (impose) کی گئی ہے۔ خود اپنے کو بھی لوگوں پر مسلط نہ کرو، پھر لوگ زیادہ محبت سے تمھیں اپنے سروں پر بٹھائیں گے لیکن جہاں حکم دینے کی ضرورت ہو، وہاں گومگو کا عالم نہ ہونا چاہیے۔

تنظیم میں جتنا ابلاغ (communication) ہو گا اور اس لحاظ سے جتنی کشادہ روی (openness) ہو گی، اتنی ہی تنظیم مضبوط ہو گی۔ کھلے کھلے ابلاغ، اظہار رائے اور اختلاف سے کمزوری نہیں پیدا ہوتی، اگر ان کے صحیح آداب کی تعلیم ہو۔ دبانے، دروازے بند کرنے اور ربط کے راستے بند کرنے سے، تنظیم کمزور ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے، اپنی رضا اور جنت سے سرفراز کرے، اپنا زیادہ سے زیادہ کام لے، تمھارے بچوں کو مومن و مجاہد بنائے اور ایسا گھر بنانے کی توفیق دے جہاں قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا کی روح کارفرما ہو۔ (خرم مرادؒ)

اخلاقی اوصاف اور سیاست

کافی عرصے سے یہ سوال ذہن میں کھٹک رہا تھا، پوچھنے کی کوشش کر رہا ہوں بلکہ یوں کہیے نصیحت چاہوں گا:

الحمدللہ تحریک اسلامی ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں سے ہم مل کر اللہ کی رضا طلب کرنے کے لیے اجتماعی کوششیں کر رہے ہیں اور حقیقتاً تحریک اسلامی دوسری اسلامی جماعتوں سے اسی لیے ممتاز اور منفرد ہے کہ یہ ایک منظم نظریاتی تحریک ہے۔ ہم سب کی خواہش ہوتی ہے کہ تحریک اسلامی اپنی منفرد روایات اور مکمل اسلامی تشخص کے ساتھ قدم بہ قدم بڑھتی چلی جائے اور ہماری یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ کہیں بھی ہماری تحریک کے اندر شگاف نہ پڑنے پائے جس سے ہماری تحریک کو نقصان پہنچے۔ لیکن میں نے ایک عرصے سے یہ محسوس کیا ہے کہ ہمارے کارکنان میں فرائض میں لاپروائی بڑھتی جا رہی ہے، نمازوں کے اندر غفلت، اخلاقی اوصاف میں کمی، والدین سے نامناسب تعلقات وغیرہ۔

لگتا ہے ہم سیاست دان تو بن گئے ہیں لیکن وہ اوصاف جو ہماری پہچان ہیں، ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارے ہاں اس ساتھی کو یا اسی کی رائے کو اہمیت دی جانے لگی ہے جو سیاست کی بولی بولنا جانتا ہو۔ اس ساری صورت حال میں انفرادی کوشش اپنی جگہ، لیکن بحیثیت اجتماعیت ہماری کیا ذمہ داریاں بنتی ہیں؟ ہمیں کیا طریقہ کار اپنانا پڑے گا؟

بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ جو حق نصیحت انفرادی دائرے میں اور ذاتی سطح پر ادا کیا جانا چاہیے، ہم چاہتے ہیں کہ یہ بوجھ بھی اجتماعیت ہی اٹھائے--- سوالات، اعتراضات اور اجتماعی احتساب کے ذریعے ایک مسئلے کی تشہیر تو ہو جاتی ہے، اصلاح نہیں۔

اجتماعی طور پر ترغیب، تحریص، تذکیر، تلقین اور نصیحت ہی اہم اکائیاں ہیں۔ ہر تربیت گاہ، شب بیداری اور نشست و برخاست--- فضا بنانے، دلوں کو متوجہ کرنے، ذہنوں کی آبیاری کرنے، فرائض و مستحبات کا شوق پیدا کرنے، جذبوں کو ابھارنے اور یقین کی دولت سے سرشار کرنے کی خدمت میں لگی ہوتی ہیں۔ ایسی اجتماعیت سے وابستہ ہر فرد کا فرض ہے کہ باہمی اخوت، محبت اور خیرخواہی کے جذبے سے اپنے رفقا کی خامیوں کو دیکھے تو دور کرنے کی کوشش کرے۔ وہ گر رہے ہوں تو انھیں سنبھالا دے، وہ غلط موڑ مڑ رہے ہیں تو انھیں ٹوکے۔ اس کے لیے حکمت و دانائی کی بھی ضرورت ہے اور صبر و تحمل کی بھی--- بسا اوقات اس دائرے کا کام بھی اجتماعیت کے حوالے کر کے ہم اجتماعیت ہی کو مورد الزام ٹھہرانے لگتے ہیں۔ احتساب کے نام پر بھی نامعلوم کیا کیا کر گزرتے ہیں۔ اس طرح بددلی پیدا ہوتی ہے اور اصلاح کے بجائے مزید بگاڑ اور خرابی حصے میں آتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک فرد یا چند افراد کی خامیوں کو یا کسی ایک علاقے اور حلقے کی خرابی کو عمومیت کا رنگ نہیں دینا چاہیے۔ پوری اجتماعیت کو اسی ایک عینک سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ ہماری اجتماعیت میں مجموعی اور عمومی طور پر بڑا خیر ہے، جذبہ جہاد ہے، انفاق کا مادہ ہے، ایثار و قربانی کا داعیہ ہے اور یہ صفات مسلسل پھل پھول رہی ہیں، بڑھ رہی ہیں، مضبوط ہو رہی ہیں۔ بعض مقامات پر کچھ کمزوریوں کا صدور ہو جائے تب بھی دور دور تک نیکی اور بھلائی کی کہکشاں سجی نظر آتی ہے۔ اس کی قدر کی جانی چاہیے۔ ان کی

افزائش کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کا تذکرہ ہوتا رہے۔

بڑی سے بڑی اور مضبوط اجتماعیت کی عمارت بھی اپنے جلو میں چلنے والوں کے مثالی باہمی تعلقات اور اپنائیت کے ستونوں پر قائم ہوتی ہے۔ جو کام رفاقت اور خیر خواہانہ جذبوں کا محتاج ہے، اسے کسی اور طرح انجام نہیں دیا جا سکتا۔

رہی بات سیاست کی--- تو یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ہم بھی بسااوقات "سیاست" کا لفظ انھی معنوں میں استعمال کرتے ہیں جن میں یہ لفظ معاشرے میں مستعمل ہے جبکہ ہم اس کے تقدس کی بحالی کا مشن لے کر اٹھے ہیں۔ ہم "سیاست" کو فریضہ سمجھ کر آئے ہیں۔ ہمارے نزدیک دین و سیاست کی دوئی بھی ناقابل فہم ہے، اصل میں دونوں ایک ہیں--- سیکولر حضرات، مذہب اور دین کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا الزام لگا کر، مذہب کو مطعون کرنے کا راستہ اپناتے ہیں۔ جبکہ "سیاست" کے بارے میں سارا پراپیگنڈہ ہی یہ ہے کہ شرفا کو اس سے دور رہنا چاہیے اور مذہبی لوگوں کا تو دور کا واسطہ بھی نہ ہونا چاہیے۔ اس تناظر میں جب ہم بھی ہر طرح کی خرابی کو بیان کرنے کے لیے اس پر "سیاست" کا لیبل لگا دیتے ہیں تو اپنے پیش کردہ وسیع اور بلیغ تصور دین کی خدمت کی بجائے، دوسروں کے تصور کو تقویت پہنچا رہے ہوتے ہیں--- لہٰذا بہتر یہی ہے کہ متعین خرابی کو مناسب الفاظ اور پیرایے میں بیان کیا جائے اور مرض کی تشخیص کے بعد اس کے علاج کی فکر اور تدبیر کی جائے۔ (سید منور حسن)

لٹریچر کا روزانہ کچھ نہ کچھ مطالعہ اپنی عادت بنائیے!

نئے معاشی نظام کے لیے

بنیادی خطوط کار

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

معاشیات اسلام

مرتب: خورشید احمد

ملک بھر کے تحریکی مکتبوں سے حاصل کیجیے

عطیہ اشتہار

Ejaz Ahmed Chaudhry:

SEARS International

COMPUTERS, PRINTERS, MONITORS & FAX MACHINE

58, First Floor, Hafeez Centre, Gulberg III, Lahore. Pakistan.

Tel: 92-42- 5752247-48 Fax: 92-42-5752249